سے اس کے تین بچوں کی ولدیت بھی قانونی طور پر ختم ہو گئی۔ رپورٹ میں اس خاتون کا بیان شامل ہے جس میں اس نے اس بات کا شکوہ کیا ہے کہ اس واقعہ کو سات سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود مسلم کیمونٹی میں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس کے بچوں کو "حرامی" کہا جاتا ہے اور وہ خوف وہراس کی فضا میں زندگی بسر کر رہی ہے اس لیے وہ کسی ایسے علاقہ میں منتقل ہونا چاہتی ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو۔

یہ صرف ایک کیس کا مسئلہ نہیں۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات اس سوسائٹی میں بکھرے پڑے ہیں اور مسلمان خاندانوں کی مشکلات میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس مسئلہ کے حل کے لیے دوباتوں کا اہتمام ضروری ہے۔ ایک اس بات کا کہ مسلمان خاندان اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت اور انہیں اسلامی معاشرت کے ساتھ ذہنی طور پر منسلک رکھنے کے لیے ابتدا سے توجہ دیں، ان کی ذہن سازی اور تربیت کا اہتمام کریں اور انہیں اسلامی کلچر اور روایات سے روشناس کرائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں کی مسلم کیمونٹی اپنے کلچر کے تحفظ کے لیے اجتماعی جدوجہد کرے، خاندانی نظام اور پرسنل لاز میں جداگانہ قوانین اور سسٹم کے حصول کے لیے مسلمان منظم ہو کر آواز اٹھائیں۔ اپنے کلچر اور مخصی قوانین کا تحفظ ہر مذہب کے پیروکاروں کا حق ہے۔ اگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسیحی کیمونٹی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مخصی قوانین اور خاندانی نظام کے تحفظ کے لیے آواز اٹھائے اور دستور پاکستان میں اس کا یہ حق باقاعدہ طور پر تسلیم کیا گیا ہے تو برطانیہ میں رہنے والے مسلمانوں کا بھی یہ حق ہے کہ انہیں خاندانی زندگی میں اپنے مذہب کے مخصی قوانین پر عمل کرنے کے لیے عدالتی تحفظ فراہم کیا جائے اور اس کے لیے جداگانہ عدالتی سسٹم مہیا کیا جائے تا کہ وہ نکاح طلاق اور وراثت کے خاندانی معاملات میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کر سکیں۔ اس کے لیے مسلم سربراہ کانفرنس کے جدہ سیکرٹریٹ اور دنیا بھر کی مسلم حکومتوں کی وزارت ہائے مذہبی امور کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ برطانوی حکومت کو اس کے لیے باضابطہ طور پر تجاویز بھجوائیں اور یہاں رہنے والے مسلمانوں کے کلچر اور خاندانی نظام کے تحفظ کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔

---

## مولانا زاہد الراشدی کی گوجرانوالہ واپسی

پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی برطانیہ میں تین ماہ قیام کے بعد ستمبر کے پہلے ہفتہ کے دوران گوجرانوالہ واپس پہنچ رہے ہیں۔ وہ ۱۰ ستمبر کا جمعہ مرکزی جامع مسجد (شیرانوالہ باغ) گوجرانوالہ میں پڑھائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

## بی بی سی کا اعتراف حقیقت

لندن (سٹاف رپورٹر) ہاؤس آف لارڈز کے لیبر رکن لارڈ نذیر احمد نے بی بی سی پر اسلام کے بارے میں زیادہ پروگرام نہ دکھانے اور ادارہ میں مسلمانوں کی کم نمائندگی کے بارے میں جنگ جیت لی ہے۔ بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل سر جان برٹ اور اعلیٰ انتظامیہ نے اعتراف کیا ہے کہ لارڈ احمد کا موقف صحیح ہے اور وہ اس بات کا بہت جلد ازالہ کریں گے۔ یہ وعدہ ہاؤس آف لارڈز میں منعقد ایک اجلاس میں سر جان برٹ نے کیا۔ اجلاس میں، جو نارتھ ٹمبلبی کی صدارت میں ہوا جس میں ایلن نیبٹوب، سر کرسٹوفر، ٹونی ہال، وال وائٹ، بیرونس ینگ بھی شریک تھے، لارڈ احمد نے یہ سوال اٹھایا کہ بی بی سی میں مسلمانوں کی نمائندگی کم ہے اور ان کے بارے میں پروگرام نہیں بنائے جاتے۔ بی بی سی کا مذہبی محکمہ عیسائیوں کے بارے میں پروگرام بناتا ہے۔ برمنگھم میں ایشین پروگرام ڈیپارٹمنٹ خاص عمر کے ایشیائیوں کے ایک مخصوص سماجی گروپ کے لیے بولی ووڈ اور بھنگڑا کا پروگرام بناتا ہے اور اس بات کے شواہد ہیں کہ پروگرام یونٹ پاکستانی، کشمیری اور بنگالی مسلمانوں سے امتیاز برت رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ بی بی سی دو ملین مسلمانوں کی، جو ٹی وی کے لائسنس خریدتے ہیں، ضروریات کس طرح پورا کرے گی؟ ادارہ کے چیف ایگزیکٹو ایشین پروگرام ڈیپارٹمنٹ میں اقربا پروری کے بارے میں کیا کر رہے ہیں؟ لارڈ احمد نے بی بی سی کو یہ تفصیلات بھی دی تھیں کہ کس طرح بھارتی نژاد لوگوں نے ڈیپارٹمنٹ پر قبضہ کر رکھا ہے، کسی پاکستانی یا کشمیری کو اہم عہدہ پر نہیں جانے دیا جاتا اور اردو یا اسلام کے بارے میں پروگراموں کے کرتا دھرتا ایسے لوگ ہیں جو اردو لکھ اور بول نہیں سکتے اور یہ کہ کئی پاکستانی یا کشمیری ملازمین کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا ہے۔ لارڈ احمد نے بعض بھارتی نژاد افراد کی نشاندہی بھی کی تھی جو مسلمانوں کو ادارہ سے باہر رکھنے یا ان کے غیر اہم عہدوں پر تعین کے پس منظر میں ہیں۔ بی بی سی نے ۲۱ جون کو لارڈ احمد کو ایک خط بھی لکھا ہے جس میں بی بی سی پر اسلام کے بارے میں کم کوریج اور مسلمانوں عملہ کی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ادارہ اس کے ازالہ کی کوشش کر رہا ہے جبکہ مسلمان عملہ کی بھرتی کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ بی بی سی کا کہنا ہے کہ وہ مذہبی بنیاد پر ملازموں کے اعداد وشمار نہیں رکھتے البتہ آئندہ مردم شماری کے بعد ایسا ممکن ہو گا۔

(روزنامہ جنگ لندن ۲۷ جون ۹۹ء)